خوابِ عبرت

مصنفہٗ

صوفیٔ باصفا۔ حقیقت و معرفت آگاہ۔ قطب الاقطاب۔
فرد الافراد۔ حضرت مولٰنا شاہ محمد حمید الدین حمید
گنوری محبوبِ یزدان رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہٗ

جناب مولٰنا مولوی حکیم خواجہ محمد سلامت اللہ صاحب
احراری نقشبندی سونی پتی

باہتمام

خاکپاے صوفیہ کرام و علماے عظام میرزا عبد الغفار

افضل المطابع دہلی حویلی اعظم خان میں طبع ہوئی ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للوحید الواحد علمہ محیط فی الازل الابد واسطۃ فی الواحد ذاتہ غنی الصمد

حمد فراواں مخصوص بعین ذات ہی جسکے فیض جود سے ایک شمہ تمام موجودات ہیں بقیام وجودات سب سے مستغنے باستکمال کمالات جملہ ماسوا اسکا محتاج وہ تمام سے بے احتیاج۔ عجب جلال و جمال کی عظمت جس کی احدیت عین واحدیت۔ احدیت مطلقہ تجلی علمی و اجمالی ہیں وحدت سے مشعر اور مرتبہ تفصیلی ہیں واحدیت سے مضمر۔ اور تجلی ثانی ہیں ظاہر بالوجود و علم مشعر۔ درود نامحدود آں سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جن کا وجود باجود موجب تکوین کائنات

ابیات

ہیں وہ ایسا واجہان و سطا — خالق و مخلوق میں ہیں رابطہ

ذات اِن کی مظہرِ علمِ لدن | واقفِ رازِ خدا سرِّ علن
وصف اِن کا ہو سکے کس سے رقم | سروری ہی ذات پر اُن کے ختم
وصف اِن کا ہو رقم ممکن نہیں | ہیں وہ فخر الاولین و آخرین
وصف ہیں لولاک ہے انکی ولا | محرم اسرار ما اوحی لکھا
ہیں وہ موصوف جناب کبریا | نعت انکی میں لکھوں طاقت ہی کیا
رحمۃ للعالمین ہے شان پاک | شاہباز لامکان ہے جان پاک
رہنمائے خلق ہیں ختم رسل | افتخار انبیاء ہیں عقلِ کل
ہے صفات کل کے مظہر ذات پاک | اِن کا ہے مظہر تمامی کائنات
اِنکی آل پاک پر ہر صبح و شام | بھیج اے والائے خستہ صد سلام

اما بعد حقیر فقیر نقشبندی خواجہ سلامت اللہ احراری سوفی پتی عرض رسان ہے کہ باستدعا محب مقبولِ بارگاہ صمد علی احمد سلمہ الرحمن نظم مرغوب خوش اسلوب گنجینۂ توحید وجود و شہود مصنفہ مولنا مقتدانا قطب العالم فرد الافراد مولوی محمد حمید الدین حیدر محبوب یزداں رحمۃ اللہ علیہ بغرض رفاہِ عام مسودات حضرت سے استنباط کر کے قلمبند کیا۔ صاحبانِ مذاق سے اُمید واثق ہے کہ اگر آپ سے حظ اُٹھائیں مجکو دعاء استقامت سے محروم نہ فرمائیں

خواب عبرت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اک دن جو آنکھ لگ گئی کچھ اضطراب میں
کیا دیکھتا ہوں طرفہ تماشا میں خواب میں
آفت کا سامنا ہوا عین شباب میں
ہوں مبتلا میں رنج میں غم میں عذاب میں

سکرات کا سا نقشہ بھی آنکھوں میں پھر گیا
چاروں طرف سے موت کے ہاتھوں میں گھر گیا

یعنی لگا تھا دھن میں میں توحید کے کھلا
منفی وجود غیر کا خبط اس قدر بڑھا
اثبات عینیت کا میں قائل یہ ہو گیا
ظاہر میں صورتیں ہوں جدا ایک جاننا

جو حرف ہیں زباں پہ وہ لفظ انا کے ہیں
ظاہر میں جھونکے لگتے ہیں گرچہ فنا کے ہیں

توحید کی میں دھن میں لگا ایسا ہمنشین
منفی وجود غیر کی معدومیت قدر میں
اثبات عینیت کا مقر دل سے بالیقین
گو ماہیت جدا ہو مگر دیکھتا نہیں

ہر چند جھونکے لگتے نسیم فنا کے تھے
آنکھوں میں میرے لیک کرشمے بقا کے تھے

شغل اپنا مراقبہ وحدت تھا کر رہا
طاقت رہی نہ ضبط کی کچھ غش سا آ گیا
بیٹھا ٹانگوں میں گو میں سر تھا رکھا ہوا
ہونٹوں پہ آ گیا میری سکرات کا مزا

بولا یہ اُس سے عاصی ہے حاضر حضور ہیں
سمجھا یہ فرق عین نہیں نار و نور ہیں

دیکھا اسے بزرگ صفت جو فرشتہ سا
مضمون کل شئے میرے دل میں سما گیا
ایک بقعہ نور کا وہ سراپا تھا جگمگا
سجدہ میں رکھ کے سر کو کیا عرض مدعا

بندہ نواز جرم میرا اس سوا نہیں
منکر از وست کا ہوں ہمہ اوست پر یقین

سن کر میرا کلام کہا تیوری چڑھا
کہتا ہے ظل کو عین تو مردود بیحیا
ہو کر خفا غضب سے بُرا سا وہ مونہ بنا
کافر تو سامنے سے میرے بس کر بھی جا

مطلق کنندہ یا کہ شنوندہ وہ بود ہے
مظہر وجود شئے ہے کہ خود ہی نمود ہے

موصوف تھا ازل میں وہ با جملگی صفات
ثابت کرشمہ کن فیکون اسکی ادنی بات
صنعت ہی جزو کل وہی صانع ہی ایک ذات
تنہائی اسکی از روئے ایجاد کائنات

قائم وہ اپنی ذات میں بے احتیاج ہے
شان ربوبیت کا ظہور امتزاج ہے

لیجاؤ قید خانہ رکھو اسکو کر کے بند
پہنچیں طرح طرح کے اسے رد او گزند
آگ اس جگہ دہکتی شرر خیز ہو بلند
چوں سوختہ سپند جلیں اس کے بند بند

چکھے مزہ عقیدہ باطل ظنون کا

کھل جائے فرق رتبۂ بیچون و چون کا

پھینکا وہیں سے مجکو وہاں خاک میں
گویا کہ پہنچا نیر زمین غیر پاک میں
پہنچا میں اور آفت تو دردناک میں
چاروں طرف سے آتی غضب بُو بھی ناک میں

اُجڑا خراب تنگ اندھیرا مکان تھا
انسان کہاں نہ اپنی بھی جان کا نشاں تھا

مٹّی کی چھوٹی چار تھی دیوار جو کھڑی
آتش زمین تھی سقف پہ پتھر کی تھی کڑی
چھاتی پہ میرے آتی تھی ہر دم اڑی اڑی
چھن چھن کے خاک جسم پہ پڑتی تھی ہر گھڑی

ایسا مجھے فشار زمین نے دبایا تھا
جوں خاک استخواں کو سرمہ بنایا تھا

قابو میں سست پا تھی نہ حرکت کی تاب تھی
غرضِ فغاں و آہ میں آفت جواب تھی
انبار خاک میں میرے مٹی خراب تھی
تھا جاگتا نہ کچھ میری آنکھوں میں خواب تھی

آفت کا سامنا تھا قیامت تھی وہاں بپا
لاچار تھا پڑا میرا کچھ زور ہی نہ تھا

دیکھوں جدھر کو ایک نظر خوف سے اٹھا
کیڑوں نے سانپ تھا سبھی جسم کھالیا
بچھو نظر پڑے مرے پاس سانپ و اژدہا
بھاگوں تو بھاگنے کو بھی ملتی کہاں تھی جا

دیکھوں تو دو جواں مجھے اُسجا نظر پڑے
بالین زار پر وہ میرے پُرغضب کھڑے

ہر ایک ان میں گرد تنومند نوجواں — آثار قہر ان کے بھی بس چہرے سے عیاں
آنکھیں وہ نیلگوں کہ ٹپکتا غضب ہر آن — ہاتھوں میں گرز شعلہ آتش شرر فشاں
بولے کہ کون رب ہے تیرا کہہ نشان دے
کیا دین ہے تیرا ہمیں پانچ اس آن دے

میں نے کہا سنو میرا اسلام دین ہے — توحید محض امر ہے خاطر نشین ہے
قائل ہوں عینیت کا دلیل مبین ہے — نزدیک میرے درجہ حق الیقین ہے
حسن و قبیح دوست عدو مخفی و عیاں
کوئی نہیں ہے غیر ہمہ اوست مہرباں

پوچھا جو تم نے رب ہے کہیں غیر کا پتا — پیدا شریک اپنا تو اس نے نہیں کیا
دعوے ہمسری ہے گنہ شرک برملا — مومن وہ ہی ہے عین سمجھتا ہے جو فنا
پوچھو ہزار بار کہوں گا سخن یہی
بس ایک ذات عین حقائق ہے دیں یہی

حسن و جمال آپ ہی آئینہ جلال — خود کوزہ گر ہے خود گل کوزہ ہے خود کلال
از روئے عینیت کے ہے وہم دوئی خیال — معبود و عبد کون ہے آپ اپنے سے سوال
اک ایک ہے انتقال ہے ہونا جدا ہے کب
ہے ذات آپ کی ہی حقیقت میں عین رب

نقش وجود جسم و حقیقی کی ہے نمود — آں ایک ذات ہے حقیقی ہستی خدائی بود

مشہود ایک ہے وہی شاہد وہی شہود   ظاہر ظہور ایک وہی مطلق وہی قیود

احکام اصل پر ہیں مرتب فروع کی
ظل اہل ظل بھی تابع انواع نوع کی

جھنجلا کے بولے سنتا نہیں خانماں خراب   دیتا سوال کا ہے ہمارے یہی جواب
سر پر لگایا گرز میرے از روئے عتاب   جوں خاک سوختہ تھا بدن زہرہ آب آب

تصویر اک بغل سے نکالی مجھے دکھا
کہہ اس کے حق میں صاف عقیدہ تیرا کیا

میں نے کہا کہ رحم ہو سختی نہ رکھ روا   ہم تم ہیں ایک جنس سے کیوں اسقدر جفا
بہکایا تم کو جس نے آئے ہوں میں جانتا   ملحد وہ میرے پیچھے بلا سا ہی پڑ گیا

کیا کیا نہ میں نے اس سے تکالیف پائی ہے
آخر کو لا کے قید میں یہ گت بنائی ہے

تصویر مصطفٰے ہے یہ عالی مقام ہے   احمد اسی کو کہتے محمد بھی نام ہے
سردار انبیا ہے ذوی الاحترام ہے   احمد بدون میم علیہ السلام ہے

اللہ کے یہ نور سے معمور ذات ہے
تخلیق اس کے نور سے کل کائنات ہے

پیدا یہ اعتقاد کہاں سے ارے کیا   قرآن میں پڑھا کہیں دیکھا اسے لکھا
تو مشرکین کے بھی عقیدہ سے بڑھ گیا   اس راہِ مستقیم سے بس دور جا پڑا

زندیقوں سے بھی تو تو عقیدہ سے بڑھ گیا
افسوس تجھ پہ چاہ ضلالت میں پڑ گیا

توحید انبیا سبھی لائے خدا گواہ — سب کا خلاصہ حق نے یہی اس شرع میں رکھا
تثلیث کو گروہ مسیحوں نے گھڑ لیا — تو نے نہ پاس خالق و مخلوق میں رکھا

سارا کمال ذات منزہ مٹا دیا
بہروپیہ خدا کو بھی کافر بنا دیا

مردود اب تمام تری قیل و قال ہے — ایمان غیب غرض عمل زوال ہے
زہدہ و ریاض تیرا یہ تجھ پر وبال ہے — دوزخ میں اسفلین مقام مآل ہے

اپنے مآل کار سے اب ہوشیار ہو
اعمال کی سزا تیری روز شمار ہو

باور سخن یہ کرنا غم و اندوہ کی غریق — دشمن نہ تھا تیرا وہ کوئی تھا تیرا رفیق
توفیق رب یہ جسکی سبب ہو گئی شفیق — طاری ہوئی یہ خواب جو گزرا زمانہ ضیق

اب توبہ کر عقیدۂ باطل سے زود تر
تا راہ عافیت کے ہو آسان کشود تر

چونکا میں خواب سے جو اچانک بس ایکبار — اک تھرتھری بدن پہ تھی آنکھیں تھی اشکبار
روتا تھا دیکھ خواب میں صدمہ کو بار بار — ہوتے ہی ہوشیار ہوا ایسا بیقرار

سر کی خبر تھی مجھکو نہ کچھ پا کا ہوش تھا

لب پر خروش تھا یہ بھرا دل میں جوش تھا

مسجد میں جا کے سجدہ میں ٹپکا سر نیاز	تقصیر ہو معاف گنہ گرچہ ہیں دراز
اسرار حق میں بخش مجھے قدرے امتیاز	ہو شرح صدر دل ہو میرا انکشاف راز

یا رب نہ پاؤں غیر حقیقت دھروں کبھی
احکام شرع سے نہ تجاوز کروں کبھی

عالم نے کر کے خواب قلمبند خوش بیان	خدمت میں دوستوں کے رکھا تحفہ ارمغان
تا سمجھیں اتباع شریعت میں غلطیان	بند اعتراض و طعن سے اپنی رکھیں زبان

روئے سخن کسی کی طرف کیوں ہو رو نہیں
اصلاح قوم مد نظر یہاں ہے کہ نہیں

من تصنیف خادم درگاہ حمید عالم خواجہ سلامت اللہ احراری نقشبندی صوفی

بر سر کامل اوج وحدت بارخ زیبا توئی	زیب بستان دو عالم با قد رعنا توئی
ماہ برج نور حقیقت راز دار خاص او	صاحب معراج سبحان الذی اسری توئی
تاج زیب سر جبین اولین و آخرین	نور چشم انبیا و رہنمائی ما توئی
سینہ ہمہ خوبان عالم شیفتہ بر حسن تو	زانکہ محبوب خدائے پاک بے ہمتا توئی
ز شفیعم گوئی تو وارستہ از بوجھ حساب	تو شفیع عاصیان روز جزا آنجا توئی
یا رسول اللہ مدد ای شاہ ما شہ پاشا	کن ز الطاف و کرم است چارہ و ملجا توئی
کن بحال ما نظر تو بادشاہ دو سرا	دستگیر بیکسان خستہ دل والا توئی

ولہ ایضاً

آج پھر بگڑا ہوا نقشہ نظر آیا مجھے
شیشہ دل میں ترا جلوہ نظر آیا مجھے

تھا نفی غیر میں بھی اپنی ہستی کا نشان
جب مٹایا آپ کو اللہ نظر آیا مجھے

جلوہ آرائے جہاں محبوب تھا پردہ نشین
غور سے دیکھا دوئی پردہ نظر آیا مجھے

نقطۂ وحدت محیط مرکزِ امکان تھا
درحقیقت غیر کا دھوکا نظر آیا مجھے

کعبہ میں ڈھونڈا کنشت و دیر میں کی جستجو
قلب مومن آخر عرش اللہ نظر آیا مجھے

عاشقوں کا یار کے در پر تھا ایسا اژدہام
روزِ محشر شوخ کا کوچہ نظر آیا مجھے

تھا پری خانہ میرا دل جلوہ آرا کون تھا
کس جمال اللہ کا جلوہ نظر آیا مجھے

ابروئے خمدار کا کشتہ شہید ناز تھا
خلق مردہ کہتی تھی زندہ نظر آیا مجھے

تھا تحیر در تحیر بادیہ پیمائی شوق
والا وہ گمنام دل خستہ نظر آیا مجھے

ایضاً ولہ

آپ دیکھوں نہ کسی کو میں دکھاؤں تجھکو
قلب میں جان کی طرح جان چھپاؤں تجھکو

کعبہ میں دیر و کلیسا میں نہیں پاؤں تجھکو
تو ہی بتلا کہ کہاں ڈھونڈنے جاؤں تجھکو

ذات واجب میں عیاں جملہ عیان جملہ میں
نغز گفتار یہ کس طرح سناؤں تجھکو

بے حجابی ہی حجاب آپکا با عشوہ و ناز
متحیر ہوں کہاں ڈھونڈنے جاؤں تجھکو

صورتِ نقش قدم مجھکو مٹا کر یہ کہا
اب اضافی سے حقیقی میں بناؤں تجھکو

قطرہ دل میں ہیں سو بحر معانی مخفی
ہے تحیر کہ میں کس طرح بتاؤں تجھکو

والا خستہ کو کہاں چھوڑ چلا اے عالم
جلد آ کعبہ دل میں میں بٹھاؤں تجھکو

ولہ ایضاً

جمالِ قبلۂ عالم سے ہم دل شاد کرتے ہیں
انہی سے اپنی اُجڑی بستی ہم آباد کرتے ہیں

فراقِ روئے انور میں بہت بیکل ہوں نہیں کل ہے
خدا جانے شہِ عالم مجھے کب یاد کرتے ہیں

فقط میں ہی نہ ہوں آسیائے چرخ پسنے کو
جو مجھ پر رات دن اُنکے دو رہ بیداد کرتے ہیں

تماشا رقص بسمل کیا اُنھیں مرغوب ہی ہے دل
جو مجھ پر غیر کی مجلس میں اب وہ یاد کرتے ہیں

سُنیں کس کس کی حالت ایک فقط میں ہی نہیں شیدا
ہزاروں آستاں پر آپکی فریاد کرتے ہیں

اثر اکرِ خاک کو میری لگے کہنے نزاکت سے
ہم اپنے چاہنے والوں کو یوں بھی یاد کرتے ہیں

اسی اُمید پر جیتا ہوں اُنکے گیسوئے انور
کبھی تو قید سے والاؔ کو بھی آزاد کرتے ہیں

ایضاً

نہ ہے اقطاب و وراں ہو حمید الدین گنوری
تجھے محبوب یزداں ہو حمید الدین گنوری

اگرچہ بے سر و ساماں ہیں لیکن فیض سے تیری
ہمارا سر و ساماں ہو حمید الدین گنوری

اطاعت حق کی اور اُلفت نبی کی پیروی تیری
ہمارا دین و ایماں ہو حمید الدین گنوری

تمھارے آستاں کی جبہ سائی داغِ ہجراں کی
بروزِ حشر تاباں ہو حمید الدین گنوری

اسیرِ نفس سرکش ہوں نہیں صورت رہائی کی
میری مشکل یہ آساں ہو حمید الدین گنوری

سبھی سیراب ہوں دریائے فیض و جود سے تیری
فقط محروم یہ جاں ہو حمید الدین گنوری

تمنا ہی یہی ہر دم تصوّر روئے انور کا
ہمارے دل میں پنہاں ہو حمید الدین گنوری

جو ہو والاؔ کی محشر میں جمعیت تیری اُلفت سے
بھلا وہ کیوں پریشاں ہو حمید الدین گنوری

تمت بالخیر

مجھ سے ہوئی قرار شکیب و فرار بھی
کھنچنے لگی بدن سے میری جان زار بھی

شکل مہیب ایک پڑی اُس حال میں نظر
تھی تھرتھری نمود بن موئے جسم پر
منظر کریہ سخت غضبناک پُر حذر
حالت یہ پیش آئی آچانک جو پُر خطر

حیرت سے چھا گئی نہ رہے ہوش بھی بجا
ہونے لگے جدا بھی قرینہ سے دست و پا

اِس طرح مجھ سے کہنے لگا وہ عدوئے جان
لینے کو تیری جان میں آیا ہوں اب یہاں
کہتے ہیں سب مجھے مَلک الموت انس و جان
ہاتھوں سے میرے بچ کے تو اب جائیگا کہاں

جو کچھ سوا ز ذات ہے عالم میں فانی ہے
نقش بر آب جان لے یہ زندگانی ہے

میں نے دیا جواب کہ خاموش ہو اجل
میرے نہ ڈال حسن عقیدت میں اب خلل
مجھ سے کجی کی راہ نہ اسوقت میں تو چل
حق کو نہ ساتھ کلمہ باطل کے پس بدل

فانی جہاں تمام یہ فعل اعتباری ہے
تحقیق جملہ عین وہ ہی ذات باری ہے

منت سے ہاتھ جوڑ کے میں نے اُسے کہا
ہیبت سے تیرے تن پہ میرے لرزہ پڑ رہا
ہر چند میں تو ایک ہوں پر مجھ سے وہ جدا
للہ مجھ سے دُور ہو یہاں سے سرک تو جا

رحم اپنے حال پر تجھے آتا نہیں ذرا

پردے میں تا چھپائے رُخِ خشمگیں ذرا

آنکھیں وہ لال لال غضب سے نکال کر — آنکھوں میں آنکھ قہر و غضبناک ڈال کر
بولا خموش ہو نہ یہ مجھ سے سوال کر — ملحد نہ عینیت کے یہاں قیل و قال کر

واجب کو احتیاج نہیں غیر سے کبھی
شرماتا امتزاج نہیں خیر سے کبھی

موصوف تھا صفات میں روزِ ازل سے وہ — معلول سے غرض ہے نہ علت علل سے وہ
نُقصان سے بَری ہے مُنزّہ علل سے وہ — لاشئے نہیں ہے دور جہاتِ اجل سے وہ

خالق ہے ایک ذات ہمہ کائنات کا
ہر بود میں ہے بُود تجلّی صفات کا

شکل بلا وہ قہرِ مجسّم قریں ہوا — تپ کی طرح چڑھا نہ تلطّف گزیں ہوا
صورت کو دیکھ کانپ اُٹھا سہمگیں ہوا — میرا تمام جسم وہیں آتشیں ہوا

غرضے نہ اک سُنی میرے چوں صید آلیا
ایک بار کوہسار نے گویا دَبا لیا

بیہوش ہو گیا نہ رہا صبر اور قرار — کھنچنے لگی بدن سے مرے روح ایک بار
فریاد و آہ کرتا تھا ہر چند بار بار — پہنچا مدد کو کوئی نہ دشمن نہ دوست یار

اُس وقت کی کمک نہ وہ کشتی اقربا نے بھی
کس کا گلا جواب دیا دست و پا نے بھی

ایک ایک پاؤں بوجھ سے تھا رشک کوہسار
آنکھوں میں ایک چھائی گھٹا غم سے تیرہ بار
ہاتھوں کو دستگیری میں مطلق نہ اختیار
کافور روشنائی بینائی غمگسار
سینہ میں سانس اڑ گئی چوں میخ استوار
جنبش اگر ہو اسکو تو گزرے تھے ارہ وار

بالیں پر آئے جمع اقارب تھے بیشمار
سر پیٹتا کوئی کوئی تھا غم سے دل فگار
غش تھا کوئی تو کوئی پڑا روتا زار زار
بیہوش تھا پڑا کوئی سکتہ میں بیقرار
ماتم کا شور تھا کوئی گرم فغاں تھا
کھاتا پچھاڑیں کوئی کہیں نوحہ خواں تھا

افسوس کرتا تھا کوئی حسن جوانی پر
غش تھا پڑا کوئی میرے طبع روانی پر
کوئی نگاہ ڈالتا حسن معانی پر
صلوات بھیجتا کوئی تھا نکتہ دانی پر
لب پر کسی کے تھا ارے خالی جہاں ہوا
اہل کمال ایسا تو پیدا کہاں ہوا

بولا کوئی کہ صبر کرو مرضی خدا
فریاد و آہ و گریہ و زاری سے سود کیا
اتنے دنوں کی عمر فقط لائے تھے لکھا
سب پھر مغفرت کرو ان کے لیے دعا
تدبیر جو ہو گور و کفن کی شتاب ہو
رسم خلاف شرع سے لیک اجتناب ہو

غسال کو بلاوا نہیں غسل دے شتاب
بازار جا کے لائے کوئی صاف سا ثیاب

مرنے سے اُن کے ہائے رہی گھر ہو گیا خراب — دُنیا کا کچھ نہ دیکھا لٹایا یوں ہی شباب

دُنیا سے بے نشان چلے کچھ نشان ہو
مسجد بناؤ قبر پہ گنبد مکان ہو

ہو صاف سی زمین بھی میدان پر صفا — ہموار ہوئی سطح ہو موقعہ بھی پُر فضا
حاطہ ہو ایک نفیس چمن اسمیں ہو لگا — تختہ کھلا ہو لالہ کا ہو دل لگی کی جا

اِس جا جو لوگ آویں زیارت کیواسطے
ہر شئے مہیا لائے ضیافت کے واسطے

وہاں طمطراق تھی بھی ہر ایک زبان پہ — آفت بلا تھی ٹوٹ رہی میری جان پر
لگتی تھی تیغ تیغ سے ہر ایک بیان پہ — ہر ایک دم گزرتا نوک سنان پر

زخموں سے چُور چُور بدن تھا پڑا ہوا
سر پر وہ بھوت سا میری جن تھا چڑھا ہوا

زشتی میں زور سختی میں کرتا تھا پہلواں — نکلی میری بدن سے بُوئے بد جو ناگہاں
ہوتی تھی یوں تمیز ہے وہ روح ناتواں — قالب جدا پڑا نظر آیا عیاں عیاں

جب تن کے روح کی ہے حقیقت جُدا جُدا
تفریق و جمع کیونکہ ہوئی جمع ایک جا

پہنچائی سنگدل نے بہت سخت ہر گزند — آخر کو لے چلا مجھے شیشہ میں کر کے بند
ایک جست میں فلک سے بھی گزرا کہیں بلند — اُس جائے تخت پر کوئی بیٹھا تھا ارجمند

DUE DATE

١٣٠٢٧٦٢١٩٨

٢٢٥٢١٩